تبصرہ کتب

Muslim and Christians in Europe
Breaking New Grounds

یورپ میں مسلمان اور مسیحی: افہام و تفہیم میں پیش رفت

مرتبین	:	جی - ایم - سپیل مین، جان فان لن، ڈِک مُلڈِر
ناشر	:	کیم پین - نیدر لینڈز
سالِ اشاعت	:	۱۹۹۳ء
صفحات	:	۲۱۳
قیمت	:	درج نہیں

گزشتہ چالیس برس کے عرصے میں مغربی یورپ میں مذہب کے حوالے سے جو بڑی تبدیلیاں آئی ہیں، اُن میں سے ایک، آبادی میں غیر مسیحی مذاہب کے ماننے والوں اور بالخصوص مسلمانوں کا اضافہ ہے۔ دوسری بڑی تبدیلی اقومانی (Ecumenical) تحریک کی کامیابی ہے[1]۔

ایشیا اور افریقہ کے نو آزاد مسلمان ممالک سے لوگ بڑی تعداد میں تلاشِ روزگار، حصولِ تعلیم، اپنے ملکوں کے سیاسی جبر سے فرار یا ملک بدری کے نتیجے میں مغربی یورپ آئے۔ مسلم آبادی کے بارے میں کوئی مصدقہ اعداد و شمار دستیاب نہیں ہیں، تاہم متضاد دعووں کے باوجود اتنی بات واضح ہے کہ اسلام آج مغربی یورپ (اور پورے یورپ میں بدرجہ اولیٰ) مسیحیت کے بعد سب سے بڑا مذہب ہے۔ مسلم نوواردوں کا، ابتداً، اپنے "میزبان ممالک" میں مستقل قیام کا ارادہ نہ تھا، اس لیے مقامی آبادی سے الگ تھلگ اپنی دُنیا میں آباد رہے۔ اُن کا زیادہ وقت محنت مزدوری کرنے اور روپیہ پیسہ بچانے کی فکر میں گزرتا رہا۔ کہیں کہیں جمعہ اور عید کی نمازوں کے لیے ہال کرائے پر لیے جاتے رہے مگر مسلمانوں کا اجتماعی دینی تشخص زیادہ نمایاں نہ ہوا، تاہم یہ صورتِ حال اُس وقت بدلنے لگی جب نوواردوں نے اپنے خاندانوں کے افراد کو بُلانا شروع کیا اور اسکولوں، بازاروں اور دوسرے پبلک مقامات میں ایک واضح عنصر کا اضافہ محسوس کیا جانے لگا۔ میزبان معاشروں نے اِس صورتِ حال کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور

مذہبی سطح پر چرچ نے مسلمانوں کو سمجھنے اور اُن کی آمد، نیز مستقل قیام سے پیدا ہونے والے مسائل پر غور و فکر کا آغاز کیا۔ وقت کے ساتھ نووارد مسلمان منظم ہوئے، مساجد کی تعداد میں اضافہ ہوا، اسلامی لٹریچر چھپنے لگا اور مقامی غیر مسلم آبادی کے ساتھ تعلقات برابر کی شہریت کی بنیاد پر بننے لگے۔ سماجی سطح پر خرید و فروخت سے لے کر شادی بیاہ تک کے معاملات طے پانے لگے۔ اس پیش رفت اور وسیع تر مذہبی بنیادوں پر مسلمان ایک برادری ہونے کے باوجود اپنے جغرافیائی، تاریخی، لسانی اور نسلی امتیازات کے باعث باہم منتشر ہیں۔

مغربی یورپ کی مسیحیت سولھویں صدی کی تحریک اصلاح مذہب کے نتیجے میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ گروہوں میں تقسیم ہوئی، اور پھر پروٹسنٹ گروہ قومیّت پرستی کے تحت قومی کلیساؤں میں بٹ گئے۔ تقسیم در تقسیم کا عمل جاری رہا۔ ہر مذہبی گروہ دوسروں سے الگ تھلگ اور بعض اوقات اُن کی مخالفت کرتے ہوئے کام کرتا رہا۔ یہ گروہ ایک دوسرے کو حلقۂ مسیحیت سے الگ بھی قرار دیتے رہے اور اُخروی نجات کو صرف اپنے گروہ سے وابستگی پر محمول کرتے رہے۔ یہ مناظرہ بازی اور جدلِ باہمی ۱۹۶۰ء کے عشرے میں اُس وقت کم ہوا جب پہلے مختلف پروٹسٹنٹ چرچ ایک تنظیم میں یک جا ہوئے اور پھر اِس تنظیم اور رومن کیتھولک چرچ کے درمیان تعاون کا آغاز ہوا۔ مسیحی چرچوں کے درمیان "اقومانی تحریک" ایک قدم مزید آگے بڑھی اور غیر مسیحی مذاہب کے ساتھ "مکالمہ" کا آغاز ہوا۔

مغربی یورپ کے وہ مسیحی اہلِ علم جو اقومانی تحریک اور مسلم - مسیحی تعلقات کے حوالے سے نمایاں ہوئے، اُن میں سے ایک "ڈچ ریفارمڈ چرچ" کے مشنری جناب جان سلامپ (۱۹۳۲ء -)ہیں۔ جان سلامپ کی ابتدائی تربیّت ایسے مشنری کے طور پر ہوئی جسے مسلمانوں کے درمیان تبشیری کام کرنا تھا۔ اُنھوں نے عربی زبان وادب اور اسلام کا مطالعہ کیا۔ اینگلیکن مشنری ڈاکٹر کنیتھ کریگ کی تالیف The Call of the Minaret [نیویارک: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس (۱۹۵۶ء)]اُن کے خصوصی تنقیدی و تحقیقی مطالعے کا موضوع رہی[۲]۔

ابتدائی تعلیم و تربیّت کے بعد جب جان سلامپ نے پاکستان کو اپنے "تبشیری میدان" کے طور پر منتخب کیا تو اُنھوں نے اُردو زبان سیکھی اور اپنے چرچ کی جانب سے ۱۹۶۴ء میں بطور مشنری پاکستان آئے۔ یہاں ساہیوال کے ایک چرچ سے وابستہ ہوئے اور مقامی مسیحی برادری کے مسائل و معاملات میں دلچسپی لینا شروع کی۔ اسی عرصے میں نیدرلینڈز کے "ریفارمڈ چرچ" کے تعاون سے کرسچن اسٹڈی سنٹر (راولپنڈی) کی بنیاد رکھی گئی۔ جان سلامپ اِس کام میں پیش پیش رہے، اور سنٹر کے قیام کے دوسال بعد ۱۹۶۸ء میں اِس سے باقاعدہ طور پر وابستہ ہوئے۔ تقریباً نوسال سنٹر میں کام کرنے کے بعد اُس وقت (۱۹۷۷ء میں) نیدرلینڈ واپس گئے جب اسلام اور مسلمانوں سے متعلق

معاملات پر اُن کے چرچ نے اُن کے تجربے سے فائدہ اُٹھانے کے لیے وطن میں اُن کا قیام ضروری خیال کیا۔ نیدر لینڈز میں وہ اپنے چرچ کے تحت قائم "مسلم - مسیحی تعلقات کے شعبے" کے سربراہ رہے۔ اُنھیں یورپ میں قائم دوسری "اقوامی" اور "مکالماتی" تنظیموں کے ساتھ کام کرنے کا بھرپور موقع ملا۔ ۱۹۹۲ء میں جان سلامپ عمر کے ساٹھ برس پورے ہونے پر اپنے منصب سے سبک دوش ہوئے ہیں۔ اس موقع پر اُن کے احباب اور اہلِ علم نے مغربی روایت کے مطابق، اُن کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے زیرِ نظر مجموعۂ مقالات اُن کے اعزاز میں مرتّب کیا ہے۔

جان سلامپ کی متعدّد تحریریں کرسچن اسٹڈی سنٹر کے ترجمان "المشیر" (راولپنڈی) میں شائع ہوئی ہیں۔ پاکستان سے جانے کے بعد اُنھوں نے انگریزی میں بہت کم لکھا ہے، تاہم پاکستان اور اہلِ پاکستان سے ان کی دلچسپی ختم نہیں ہوئی۔ پادری ایف - خیر اللہ کی مرتبہ "قاموس الکتاب" میں "انجیل برنباس" پر اُن کا مقالہ شامل ہے۔ اِس طرح جب شیخ محمد سعید نے علامہ اقبال کے "خطبات" کی ترتیب و حواشی کا کام شروع کیا تو جان سلامپ نے اُن کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا۔ ۱۹۹۱ء میں اُن کے قلم سے سیّد ابوالاعلیٰ مودودی پر ایک مقابلہ شائع ہوا[۳]۔

زیرِ نظر مجموعۂ مقالات چار حصّوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصّے میں عالمی تناظر میں "مسلم - مسیحی تعلقات" پر چار مقالات شامل ہیں۔ ایک مقالہ براعظم افریقہ میں ان تعلقات کے جائزے کے لیے مخصوص ہے۔ دوسرے مقالے میں انڈونیشیا کے ایک "متجدّد" نرشولس مجید کے افکار کا تعارف ہے۔ تیسرا مقالہ پاکستان میں "مسلم - مسیحی تعلقات" سے متعلق ہے اور چوتھے مقالے میں نفاذِ اسلام کے حوالے سے مسلم - مسیحی تبادلۂ خیال کا جائزہ لیا گیا ہے۔

مجموعۂ مقالات کا دوسرا حصّہ یورپی تناظر میں مسلم - مسیحی روابط کے تجزیے کے لیے مخصوص ہے۔ جی - ایم - سیبیل من نے "مخلوط شادیوں" کے مسئلے پر اظہار خیال کیا ہے[۴]۔ دو مقالوں میں بالترتیب نیدر لینڈز اور جرمنی میں مسلمانوں کی مختلف تنظیموں اور اُن کی ضروریات پر گفتگو کی گئی ہے۔ ایک مقالے میں "یورپ زدگی" کے خلاف مسلم مزاحمت کے اسباب اور اثرات پر گفتگو کرتے ہوئے ممکنہ حل تجویز کیا گیا ہے۔ "کیا بوسنیا کے تصادم میں کوئی مذہبی محرک شامل ہے؟" اس پر ایک مضمون بھی شامل ہے جو ایک بوسنین مسلمان کا لکھا ہوا ہے۔ مضمون نگار کی رائے میں مسلمان نہایت سیکولر دُنیادار، روادار اور مغربی اقدار کے داعی ہیں، اُن کی طرف سے تصادم میں کوئی مذہبی جذبہ شامل نہیں ہے۔ اس کے برعکس سربوں کی دینی اور دُنیوی قیادت مسلمانوں کے خاتمے کے لیے مذہبی جذبے سے کام لے رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ زبردست مسلمانوں کو بہ جبر و قوّت آر تھوڈکس عیسائی بنانے سے دریغ نہیں کرتی۔

مجموعہٴ مقالات کا تیسرا حصّہ مسیحی - مسلم مکالمے کے حوالے سے ورلڈ کونسل آف چرچز اور رومن کیتھولک چرچ کی کوششوں اور انداز نظر کے جائزے پر مشتمل ہے۔ چوتھا حصّہ جان سلامپ کے "زندگی نامہ" اور اہم تحریروں کی کتابیات کے لیے مخصوص ہیں۔

کتاب سفید کاغذ پر طبع ہوئی ہے، مگر ترتیب و تدوین کا معیار بہت اچھا نہیں۔ بعض مقالات کی زبان نہایت کمزور ہے۔ ادارتی کوتاہیاں بھی محسوس ہوتی ہیں، کتابت کی اغلاط ان پر مستزاد ہیں۔ بعض اوقات افراد کے نام تک غلط لکھے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ولفریڈ یسنٹ ویلَ سمتھ (ص ۳۲)، کینتھ کریگ (ص ۱۸۲) اور فل مارشل (ص ۱۹۷) کے نام درست طور پر نہیں لکھے جا سکے۔ تاہم یہ دیکھتے ہوئے کہ مرتبین ڈچ نژاد ہیں اور اُنھوں نے ایک دوسری زبان میں اپنے محترم رفیق کی عزت افزائی کا سامان کیا ہے، تو یہ کوتاہیاں اُن کے جذبے کے بالمقابل بہت چھوٹی محسوس ہوتی ہیں۔

پاکستان اور نفاذ اسلام کے حوالے سے مجموعہٴ مقالات میں شامل دو مقالات ماہنامہ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کے قارئین کی خصوصی دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ زیرِ نظر شمارے کے "اداریے" میں ان پر مختصراً اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ (مدیر)

حواشی

۱۔ سابق سوویت یونین کے خاتمے پر مسیحی رہنماؤں نے جہاں اس لیے خوشی کا اظہار کیا کہ "بے خدا اشتراکیت" کا خاتمہ ہوا ہے، وہیں اُن کی مسرّت میں یہ امر شامل ہے کہ مشرقی یورپ اور سابق سوویت یونین کی نوآزاد ریاستوں میں مسیحیت کی نشرواشاعت کا دروازہ کُھل رہا ہے۔ اس موقع پر وہ "اقوامانیت" جو برسوں کی محنت سے پیدا کی گئی تھی، اپنا اثر نہ دکھا سکی۔ رومن کیتھولک چرچ اور پروٹسٹنٹ تنظیموں کے درمیان مسابقت شروع ہو گئی ہے۔ پوپ جان پال دوم نے سابق چیکوسلاوکیہ کے دورے میں سلافوں کی جانب بھیجے گئے رسول [مسیحی اصطلاحی معنوں میں] کی قبر پر گفتگو کرتے ہوئے رومن کیتھولک چرچ کو دعوت دی کہ "یورپ کو ازسرِ نو دائرہٴ مسیحیت میں لائے"۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جس رسول کی قبر پر یہ کہا جارہا تھا وہ سلافوں کے لیے روم سے نہیں بلکہ بازنطین سے آیا تھا۔

پوپ جان پال دوم کے مذکورہ بالا بیان کے بعد جیسوئٹ مشنریوں کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو گیا۔ نومبر ۱۹۹۱ء میں "یورپ کے بشپوں کی کانفرنس" کا اجلاس روم میں ہوا اور اِسے غیر کیتھولک مسیحیوں نے مشرقی یورپ کو رومن کیتھولک بنانے کی مساعی خیال کیا۔

یوکرین میں آرتھوڈکس اور رومن کیتھولک مسیحیوں کے درمیان کلیسیاؤں کی عمارتوں پر جھگڑا بھی موجودہ فضا کو ظاہر کرتا ہے۔ سربیا کے بطریق اور کروشیا کے کارڈینل یک جا نہیں ہو سکے، اور ورلڈ کونسل آف چرچز بوسنیا کے مسئلے پر مسلمانوں، آرتھوڈکس اور رومن کیتھولک مسیحیوں کو یک جا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔

رومن کیتھولک چرچ کی پالیسیوں پر پروٹسٹنٹ ردِ عمل مارچ ۱۹۹۲ء میں بوڈاپسٹ میں پروٹسٹنٹ یورپین اسمبلی کے انعقاد کی شکل میں ہوا ہے۔ آرتھوڈکس چرچ نے بھی "تنہا پسندی" کا رویّہ اختیار کیا اور آرتھوڈکس ممالک میں غیر ملکی تبشیر کی مخالف شروع کر دی اور روم سے اپنا رابطہ منقطع کر لیا ہے۔

۲۔ دیکھیے جان سلاسپ کا مقالہ Meeting of Church and Mosque: Introducing the work of Dr. K. Cragg، المشیر (راولپنڈی)، جلد ۱۴ (۱۹۷۲ء)، ص ۱-۸

3. Mawdudi: Reformer and Ideologist of Resurgent Islam the Bulletin of Henry Martyn Institute of Islamic Studies, (Hyderabad0, Vol.10 (Jan - March 1991) 1. pp. 28-38.

۴۔ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" میں اُن کے افکار کا خلاصہ ماہنامہ "کرنٹ ڈائیلاگ" کے حوالے سے درج کیا جا چکا ہے۔ دیکھیے، شمارہ بابت اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص ۲۰-۲۳